سہ ماہی فکر و تحقیق نئی دہلی
Oct, Nov, Dec, -2015
Quarterly FIKR-O-TAHQEEQ New Delhi

Registered with the [illegible]

Quarterly FIKR-O-TAHQEEQ New Delhi

National Council for Promotion of Urdu Language
Department of Higher Education, Ministry of Human Resource Development
Government of India, FROGH-E-URDU BHAWAN, FC-33/9, Jasola, New Delhi-110025
Phone: 011-49539000, Fax:011-49539099

Vol- XVIII Issue-4 Oct, Nov, Dec, -2015

قومی اردو کونسل کی فخریہ پیش کش

تمام ترنگین صفحات اور دیدہ زیب تصاویر سے مزین ماہانہ عالمی جریدہ جسے آپ پوری دنیا میں اردو زبان کے کسی بھی ماہنامے سے بہتر پائیں گے۔ اردو کو آج کی دنیا سے جوڑنے والا اور عام اردو قاری و ادبی حلقوں کی دلچسپی کے ساتھ طلبا و اساتذہ کی ضرورتوں کا بھی خیال رکھنے والا اردو کا ماہنامہ

ہر شمارے میں پڑھیے: اردو کے ادبی شاہکاروں کے علاوہ، علمی مضامین، ادبی انٹرویو، تاریخ، سائنس، صحافت، نئی کتابوں پر تبصرے، قومی اردو کونسل کی سرگرمیوں، سیمیناروں اور فروغ اردو سے متعلق نئی کاوشوں کا احوال اور بہت کچھ!

فی شمارہ: 15 روپے، سالانہ: 150 روپے

قومی اردو کونسل کی فخریہ پیش کش

بچوں کے لیے دنیا کا سب سے خوب صورت اردو رسالہ تفریح اور معلومات کا حسین سنگم

• کہانیاں • نظمیں • مضامین • کارٹون • کامکس • قسط وار ناول • اردو فیس بک • سوال جواب • دماغی ورزش • ننھے فنکار جیسے مستقل کالم

ہر صفحہ دل فریب تصویروں کا مرقع

فی شمارہ: 10 روپے، سالانہ: 100 روپے

سوچھ بھارت — ایک قدم صفائی کی جانب

سوچھ بھارت — ایک قدم صفائی کی جانب

سالانہ خریداری اور ایجنسی کے لیے رابطہ فرمائیں

شعبۂ فروخت: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ویسٹ بلاک 8، ونگ 7، آر کے پورم، نئی دہلی-110066
فون: 011-26109746، فیکس: 011-26108159، E-mail.:ncpulsaleunit@gmail.com, sales@ncpul.in
شاخ: 110-7-22 تھرڈ فلور، ساجد یار جنگ کمپلکس، بلاک نمبر 5-1 پتھر گٹی، حیدر آباد-500002 فون: 040-24415194

210

قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان کا علمی و تحقیقی جریدہ

فکر و تحقیق

نئی دہلی

اکتوبر — دسمبر 2015

جلد 18 شمارہ 4

مدیر

پروفیسر سید علی کریم (ارتضیٰ کریم)

نائب مدیر

ڈاکٹر عبدالحی

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

National Council for Promotion of Urdu Language

Quarterly "FIKR-O-TAHQEEQ" New Delhi

Vol. XVIII. October, November & December, 2015, Issue-4

فکرو تحقیق سہ ماہی نئی دہلی

مدیر : پروفیسر سید علی کریم (ارتضیٰ کریم)

نائب مدیر : ڈاکٹر عبدالحی

معاونین : ڈاکٹر عبدالرشید اعظمی، ڈاکٹر شاہد اختر انصاری

کمپوزنگ : محمد مشہود عالم

قیمت : 25 روپے

طابع اور ناشر : ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان
محکمۂ اعلیٰ تعلیم، وزارتِ ترقی انسانی وسائل، حکومتِ ہند

رابطہ : مدیر، فون: 49539000 فیکس: 49539099، شعبۂ ادارت: 49539009

ویب سائٹ www.urducouncil.nic.in.

ای میل : ft.ncpul@gmail.com

خط و کتابت کا پتہ : قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، 'فروغ اردو بھون' FC-33/9
انسٹی ٹیوشنل ایریا، جسولہ، نئی دہلی-110025

زر سالانہ : عام ڈاک سے: 100 روپے، رجسٹرڈ ڈاک سے: 200 روپے

□ ڈرافٹ : NCPUL, New Delhi کے نام ارسال کریں۔ شعبۂ فروخت کے پتے پر بھیجیں۔

□ شعبۂ فروخت : ویسٹ بلاک۔8، ونگ۔7، آر کے پورم، نئی دہلی۔110066
فون: 26109746، فیکس: 26108159،
ای۔میل:۔sales@ncpul.in,ncpulsaleunit@gmail.com

□ شاخ : 110-7-22 تھرڈ فلور، ساجد یار جنگ کمپلیکس، بلاک نمبر: 5-1، پتھر گٹی، حیدرآباد۔500002،
فون: 040-24415194

□ فکرو تحقیق کے مشمولات میں ظاہر کردہ آرا سے قومی اردو کونسل کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

□ فکرو تحقیق میں شامل مضامین کی نقل یا ترجمے کے لیے ناشر کی اجازت لازمی ہے۔

پروفیسر سید علی کریم (ارتضیٰ کریم)، ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان نے ایس. نرائن اینڈ سنز، بی۔88، اوکھلا انڈسٹریل ایریا، فیز۔II، نئی دہلی 110020 میں 70 GSM TNPL پیپر پر چھپوا کر قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ''فروغ اردو بھون'' FC-33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا، جسولہ، نئی دہلی-110025 سے شائع کیا۔

مندرجات

حرف اول	....	5
گنجینۂ تحقیق		
اردو مرثیے کے ہیئتی مباحث	سید جعفر رضا	7
اردو کی محارباتی (رزمیہ) شاعری	سید یحییٰ نشیط	47
شرارِ جستجو		
فقیر دہلوی کی سوانح حیات	تنویر حسن	72
سید محمد کمال سنبھلی واسطی واسراریہ کشف صوفیہ	مصباح احمد صدیقی	91
خصوصی جائزہ		
مولانا آزاد کا صحافتی سفر: ایک جائزہ	محمد فریاد	108
رفتارِ تحقیق		
گلبرگہ یونیورسٹی، گلبرگہ میں اردو تحقیق: سمت و رفتار	منظور احمد دکنی	122
قدیم ادبیات		
شیخ بہاء الدین باجن کی خدمات	اسرار اللہ انصاری	133
مثنوی 'کدم راؤ پدم راؤ' کا لسانیاتی مطالعہ	جاں نثار معین	146

محمد فریاد

مولانا آزاد کا صحافتی سفر — ایک جائزہ

مجدد اردو صحافت مولانا آزاد کی پیدائش 1888 میں مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ 1895 میں ان کے والد مولانا خیرالدین علاج کے سلسلے میں ہندوستان کے شہر کلکتہ آئے اور پھر پوری فیملی کے ساتھ یہیں مقیم ہو گئے۔ مولانا آزاد کا بچپن گھر کی چہار دیواری میں گزرا۔ وہ بچپن سے ہی مقرر اور بہترین قلم کار بننے کی خواہش رکھتے تھے۔ ذہین ہونے کی وجہ سے پندرہ برس کی عمر تک پہنچتے پہنچتے دینی تعلیم سے فراغت حاصل کر چکے تھے اور بحیثیت ایک عالم، شاعر اور مضمون نگار کے اپنا ایک مقام پیدا کر چکے تھے۔ مولانا آزاد کا یہ تاثر تھا کہ سوسائٹی میں کسی بھی انسان کو بلند مقام تب حاصل ہو سکتا ہے جب اس کے مضامین اخبار و رسائل میں شائع ہوں اور اس سے بھی زیادہ بلند مقام تب حاصل ہو سکتا ہے جب وہ کسی اخبار یا رسالے کا ایڈیٹر ہو۔ اردو جرنلزم کے لیے آج جو لفظ 'صحافت' رائج ہے اس کا سہرا مولانا آزاد کے ہی سر جاتا ہے۔ کیوں کہ اس سے قبل اردو زبان میں انگریزی لفظ جرنلزم یا جرنلسٹ کے لیے کوئی متبادل لفظ نہیں تھا۔ (مغل دورِ حکومت میں کچھ لوگ مقرر کیے گئے تھے جو اپنی رپورٹ بادشاہ اور گورنروں کو بھیجا کرتے تھے ایسے لوگ واقعہ نویس کہلاتے تھے۔) اخبار کے رپورٹر اور اس کے قلم کار کو کس لقب سے پکارا جائے اس کے لیے کوئی لفظ اس وقت تک تشکیل نہیں پایا تھا۔ اس حقیقت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے مولانا آزاد 26 اپریل 1913 کو اپنے ہفت روزہ 'الہلال' میں لکھتے ہیں:

''اردو زبان میں کوئی لفظ ایسا نہیں جو انگریزی لفظ جرنلسٹ کی جگہ استعمال کیا جا سکے۔ ان لوگوں کے متعلق کیا کہا جائے جو کسی اخبار کے ایڈیٹر نہیں ہیں لیکن مستقل طور پر مضمون نگار ہیں۔ آج کل عربی میں اس طرح کے لوگوں کو صحافی کہتے ہیں جو پہلے جلد ساز کو کہتے تھے۔ کوئی مضائقہ نہیں اگر اردو میں بھی یہی لفظ (صحافی) رائج ہو جائے۔

(مولانا ابوالکلام آزاد۔ فکر و عمل کے چند زاویے، ص 61)

موجودہ دور میں تقریباً ہر اخبار کسی نہ کسی سیاسی جماعت سے راست یا بالراست طور پہ منسلک ہے

اور اس کی ترجمانی کرتا نظر آتا ہے۔ پروفیشنل صحافت میں پیڈ نیوز کی لعنت نے جہاں صحافت کے معیار کو ٹھیس پہنچایا ہے وہیں اس کی ساکھ کو بھی بری طرح متاثر کیا ہے۔ مولانا کی صحافتی زندگی کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا نے صحافت کو کبھی پروفیشن نہیں بنایا بلکہ ہمیشہ اسے مشن کے طور پر دیکھنے اور پرکھنے کے عادی رہے۔ وہ صحافت کے ذریعے کسی سیاسی جماعت کی کاسہ لیسی یا کسی شخص کی جھوٹی تعریف کر کے اس کی خوشنودی حاصل کرنے کو بہت ہی معیوب اور صحافتی دیانت داری کے خلاف سمجھتے تھے۔ جس کا برملا اظہار انھوں نے الہلال میں کیا ہے۔

''ہمارے عقیدے میں تو جو اخبار اپنی قیمت کے سوا کسی انسان یا جماعت سے کوئی رقم لینا جائز رکھتا ہے وہ اخبار نہیں بلکہ اس فن (صحافت) کے لیے ایک دھبہ اور سرتاسر ایک عار ہے۔ ہم اخبار نویس کی سطح کو بہت بلندی پر دیکھنا چاہتے ہیں۔ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض الٰہی ادا کرنے والی جماعت سمجھتے ہیں۔ پس اخبار نویس (صحافی) کے قلم کو ہر قسم کے دباؤ سے آزاد ہونا چاہیے اور چاندی اور سونے کا تو سایہ بھی اس کے لیے سم قاتل ہے۔'' (تاریخ صحافت، ص، 89، افتخار کھوکھر)

مولانا آزاد کی طبیعت ابتدا میں شاعری کی طرف مائل ہوئی اور محض گیارہ برس کی عمر میں شعر کہنے لگے۔ اس زمانے میں ملک کے مختلف شہروں سے شعری گلدستے شائع ہوا کرتے تھے۔ انھیں بھی ان گلدستوں میں اپنے کلام کے چھپنے کا شوق پیدا ہوا۔ ان کی پہلی غزل ممبئی سے شائع ہونے والے گلدستے 'ارمغان فرخ' میں شائع ہوئی۔ داد و تحسین پانے کے بعد ان کے دل میں اپنا ایک گلدستہ شائع کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ اور اسی کے نتیجے میں انھوں نے 1899 میں کلکتہ سے ایک گلدستہ 'نیرنگ عالم' جاری کیا۔ اس رسالے نے زیادہ عمر نہیں پائی اور جلد ہی بند ہو گیا، لیکن اس رسالے نے ان کی صحافتی دنیا میں قدم رکھنے کی راہ ہموار کر دی۔ اس کے بعد انھوں نے ایک ہفت روزہ رسالہ 'المصباح' جاری کیا لیکن اس نے بھی زیادہ عمر نہیں پائی۔ کسی سبب سے شاعری کی طرف سے جلد ہی طبیعت اوب گئی اور نثر نگاری کی جانب توجہ دینے لگے۔ پھر مضمون نگاری کو ہی اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا۔ جیسا کہ عبدالقوی دسنوی کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے۔

''ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مولانا آزاد صحافت کے ذریعے اردو زبان و ادب اور قوم کی خدمت کرنا چاہتے تھے اور اس کے لیے بہتر موقع کی تلاش میں تھے۔ چنانچہ 'المصباح' کے بند ہو جانے کے بعد انھوں نے مضامین لکھنے کا سلسلہ جاری رکھا۔ فن اخبار نویسی کے عنوان سے ایک مضمون لکھا جو مخزن لاہور مئی 1902 میں شائع ہوا۔''

(ابوالکلام آزاد، عبدالقوی دسنوی، ص 25)

اسی زمانے میں لکھنو سے نوبت رائے کی ادارت میں ماہنامہ 'خدنگ نظر' شائع ہو رہا تھا۔ ابتدا میں یہ شاعری کا گلدستہ تھا، 1902 میں اس میں نثری حصے کا اضافہ کیا گیا، نثری حصے کے اضافے کے بعد مولانا آزاد کے کئی مضامین 'خدنگ نظر' کے صفحات کی زینت بنے۔ ان کے مضامین کی فکر اور گہرائی کو دیکھ کر نوبت رائے نے انھیں اپنے اخبار کی مجلس ادارت میں شامل ہونے کی دعوت دی جسے مولانا نے قبول کرلیا اور اس طرح 1903 میں وہ بحیثیت سب ایڈیٹر 'خدنگ نظر سے منسلک ہو گئے اور اس کے نثری حصے کی ایڈیٹنگ کے فرائض انجام دینے لگے۔

''ہم نے اپنی کوشش میں اپنے دلی دوست ابوالکلام محی الدین صاحب آزاد دہلوی کو بھی شریک کرلیا ہے، جن کے اکثر مضامین خدنگِ نظر اور دوسرے معزز اردو جرائد میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ آئندہ سے وہ خدنگ نظر کے حصہ مضامین کے لیے اسسٹنٹ ایڈیٹر کے فرائض ادا کریں گے جو انھوں نے بخوشی قبول فرمائے ہیں۔'' (ایضاً،ص،26)

خدنگ نظر سے مولانا کا تعلق بہت زیادہ دنوں تک نہیں رہا تقریباً سوا سال کی مدت تک وہ خدنگِ نظر سے وابستہ رہے اس دوران انھوں نے خدنگ نظر کے لیے کئی اہم اور قیمتی مضامین لکھے۔ جیسے 'کبوتر کی ڈاک'، 'پنکچویشن'، 'مبادلہ سنین'، 'آثار قدیمہ'، 'مینار خسرو' اور 'ایکس ریز' قابلِ ذکر ہیں۔ قدیم زمانے میں ترسیلِ پیغام رسانی اور مواصلات کے لیے سدھائے گئے کبوتر کا استعمال کیا جاتا تھا۔ جو آج کے زمانے میں ایک حیرت انگیز عمل سمجھا جائے گا۔ مولانا آزاد نے 'خدنگ نظر' مئی اور جون (1902) شمارے میں دو قسطوں میں ایک مضمون 'زمانہ قدیم میں' کبوتروں کی ڈاک' کے عنوان سے لکھا تھا۔ اس مضمون میں انھوں نے کبوتر کے ذریعے ترسیلِ پیغام رسانی و مواصلاتی عمل کے مختلف گوشوں پر سیر حاصل بحث کی ہے، جس کی وجہ سے یہ مضمون دلچسپ ہونے کے ساتھ کافی معلوماتی بھی ہے۔

''ان کبوتروں کے بھی بہت سے اقسام ہیں۔ خاص خاص نسل اور خاص خاص قسموں کے کبوتر کے انتخاب کیے جاتے تھے۔ الناصر باللہ نے بغداد میں اور فاطمی خلفا نے مصر میں جو محکمے قائم کیے تھے ان میں اس قسم کے لوگ خاص طور سے ملازم تھے جو کبوتروں کے اقسام سے واقف اور ان کے شجرہ نسب کے حافظ تھے۔ خاص نسل کے عمدہ کبوتر ہزار دینار میں فروخت ہوتے تھے اور محکمہ انھیں بخوشی خریدتا تھا۔ اس قسم کی کتابیں تالیف کی گئی تھیں جن میں ان کے نسب نامے انسانی انساب کی طرح مشجر لکھے جاتے تھے۔ اور ان کے مواقف ان کی پرورش اور پرداخت کی جاتی تھی۔ اس کے بعد ان کبوتروں کو اڑا اڑا کر تعلیم یافتہ کبوتروں کے ہمراہ پھرا کر سکھایا جاتا تھا۔ اور ان کی چالاک طبیعت فوراً سیکھ جاتی تھی۔'' (مولانا ابوالکلام آزاد۔ فکر و عمل کے چند زاویے، ص20)

خدنگ نظر کے اکتوبر 1902 کے شمارے میں انھوں نے ایک مضمون پنکچوئیشن پر لکھا تھا۔ اس مضمون میں انھوں نے یہ بتایا ہے کہ انگریزی زبان و ادب میں جو پنکچوئیشن مارک (علامات نشانات) استعمال کیے جاتے ہیں ویسے ہی علامات اردو زبان و ادب میں بھی استعمال کیے جانے چاہییں۔ کیوں کہ ان علامات سے قاری کو عبارت پڑھنے میں نہ صرف آسانی ہوتی ہے بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کون سا جملہ استعجابیہ ہے، استفہامیہ ہے، ندائیہ ہے اور کون سا دعائیہ ہے۔ علاوہ ازیں یہ ہے کہ کس جملے کو ملا کر پڑھنا چاہیے اور کس لفظ اور جملے کو علیحدہ علیحدہ کرکے۔ اس مضمون میں انھوں نے اس غلط فہمی کا ازالہ کیا ہے کہ نثری تحریروں میں جو علامات اوقاف اور احساس استعمال کیا جاتا ہے یہ انگریزی ادب کی دین ہے۔ انھوں نے دلیل کے ساتھ اس حقیقت کو آشکار کیا کہ پنکچوئیشن یا علامات اوقاف مذہب اسلام اور مسلمانوں کی ایجاد ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''علمی دنیا میں اس قسم کی علامات جس قوم نے سب سے پہلے پہل ایجاد کیا وہ مسلمانوں کی مفتخر قوم ہے۔ جنھوں نے سب سے پہلے اپنی آسمانی کتاب قرآن مجید میں تسہیل تلاوت کے غرض سے مختلف 'اوقاف' مقرر کیے اور اس امر کی داغ بیل ڈالی۔ ایسی حالت میں یہ کہنا کچھ بیجا نہیں کہ یورپ کو ان علامات کی ایجاد کا خیال قرآن مجید کو دیکھنے کے بعد ہوا اور یہ کوئی حیرت ناک امر نہیں ہے، ہمیشہ نظام علمی کا اسی طرح سلسلہ ہوتا چلا آیا ہے کہ ایک ترقی یافتہ قوم سے دوسری ترقی یافتہ قوم مفید باتیں حاصل کرتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یورپ کی اکثر ایجادات کی بنا ہندوؤں اور مسلمانوں کی قدیم ایجادات اور ان کے قدیم قوانین پر رکھے گئے ہیں۔ مگر افسوس مشرقی زبانیں (قطع نظر از قرآن) ان علامات ایجاد و اشاعت سے محروم رہیں۔ اور اس کی عام اشاعت کے اعتبار سے اس کا اصنافی سہرا یورپ کے ہی سر رہا۔''

ایک صحافی کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ ایسی مضمون نگاری یا فیچر نگاری کرے جو تحقیقی و معلوماتی ہونے کے ساتھ ساتھ دلچسپ بھی ہو۔ مولانا کے مذکورہ دونوں مضمون (کبوتر کی ڈاک اور پنکچوئیشن) کافی معلوماتی اور اچھوتے ہونے کے ساتھ دلچسپ بھی ہیں۔ ایسے موضوعات پر یقیناً بہت ہی کم لوگوں کی نظر جا سکتی تھی۔ ہر نئے سال کی خوشیاں بہت سے لوگ اپنے اپنے انداز سے مناتے ہیں۔ بہت ہی کم لوگ ہیں جو اس کو احتسابی نقطۂ نظر سے دیکھنے کے عادی ہوں گے لیکن جواں سال صحافی مولانا آزاد نئے سال کی آمد کو جس انداز سے دیکھتے ہیں اس کا اندازہ ان کے مضمون 'مبادلہ سنین' سے لگایا جا سکتا ہے۔ یہ مضمون خدنگ نظر میں جنوری 1903 میں شائع ہوا تھا جو ادب و انشائیے کا بہترین نمونہ ہے:

''صبح ہوئی شام آئی، دن گیا رات آئی۔ کل چہار شنبہ تھا، آج پنجشنبہ، کل اکتیسویں

تھی آج پہلی...... لیجیے سال تمام ہوا! ستمبر ا کتوبر، نومبر، دسمبر سب ختم! آج جنوری کی پہلی تاریخ ہے۔ اور ہمارا قلم اپنے نئے مہربان کے لیے مضمون لکھ رہا ہے۔ ہم ہیں کہ اس نئی صورت کو حیرت انگیز نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں ۔: بار الہا! یہ نئی صورت کہاں سے وارد ہوئی؟ ابھی تو ہم اپنے گذشتہ مہمان 1902 سے دل کھول کر نہیں مل پائے تھے، خیال تھا کہ اس کے رخصت اور دوسرے کی آمد میں تین سو پینسٹھ دن باقی ہیں۔ مگر ہم ابھی خواب غفلت سے چونکنے بھی نہیں پائے تھے کہ تین سو پینسٹھ دن ختم ہو گئے۔ اور یہ حضرت 1903 آموجود ہوئے!! ہاں! زمانہ ایسے ہی آوارہ گرد مسافر ہے جس پر ایک منٹ کے لیے بھی بھروسہ نہیں ہو سکتا ہے۔ یہ مسافر برسوں کی راہ مہینوں اور مہینوں کی راہ گھنٹوں میں طے کرتا ہے۔ اس کی فوق العادت رفتار عجیب عجیب نیرنگیاں دکھاتی ہے: مستقبل کو حال اور حال کو ماضی کر دیتی ہے۔ اور وہ شخص جو ازمنہ ثلاثہ کو واقعی ماضی یا حال یا مستقبل سمجھے ہوئے ہے۔ اس انقلاب کو دیکھ کر محو حیرت ہو جاتا ہے۔''

اس طرح خدنگِ نظر سے وابستگی کے دوران انھوں نے جہاں اردو قاری کو کئی معلوماتی مضامین سے استفادہ کرنے کا موقع دیا وہیں اردو صحافت کے معیار کو بلند کرنے کی کوشش کی۔ خدنگ نظر سے علحدگی کے بعد شاہ جہاں پور سے شائع ہونے والے اخبار 'ایڈورڈ گزٹ' کی ادارتی ذمے داری سنبھالی لیکن چند مہینے کے بعد وہ اس سے بھی الگ ہو گئے اور اپنا اخبار نکالنے کا فیصلہ کیا۔ خدنگ نظر اور ایڈورڈ گزٹ' سے وابستگی نے ان کی ادارتی صلاحیت کو نکھار دیا تھا اور اب وہ اپنے دیرینہ خواب کی تکمیل کے لیے کمر بستہ ہو چکے تھے اور یہ خواب 20 نومبر 1903 کو ماہنامہ 'لسان الصدق' کی شکل میں شرمندہ تعبیر ہوا۔ 'لسان الصدق' کے پہلے شمارے میں اس کی اشاعت کے مندرجہ ذیل مقاصد درج تھے:

- سوشل ریفارمر۔ یعنی مسلمانوں کی معاشرت اور رسومات کی اصلاح کرنا
- ترقی اردو۔ یعنی اردو زبان کے علمی لٹریچر کے دائرہ کو وسیع کرنا
- تنقید۔ یعنی اردو تصنیفات پر منصفانہ ریویو۔
- علمی مذاق کی اشاعت۔ بالخصوص بنگالہ (مغربی بنگال اور مشرقی بنگال کی تقسیم سے قبل کا نام) میں

لسان الصدق کے پہلے شمارے کے سرورق پر یہ پیغام بھی جلی حروف میں لکھا تھا کہ:

''الصدق ینجی والکذب یھلک'' لسان الصدق کا دستور عمل ہے۔ اس کا فرض ہے کہ یہ قوم کو کذب سے بچائے اور راستی پر لائے۔ جب اس کا فرض صرف حق گوئی ٹھہرا تو اس کی امید قوم کو بالکل نہیں کرنی چاہیے کہ یہ انھیں ایسے ترانے سنائے گا جو نہایت شیریں معلوم ہوں گے۔ سچی بات ہمیشہ کڑوی معلوم ہوتی ہے، پھر سچائی کی زبان کیوں

کر شیریں معلوم ہو گی۔ یہ ہمیشہ تم کو کڑوی کسیلی باتیں سنائے گا جو تمھیں ناگوار معلوم ہوں گی۔ لیکن اس زمانے کو دور نہ سمجھو جب کہ صدق کا منجی ہونا اور کذب کا مہلک ہونا تم پر ظاہر ہو جائے گا۔'' (ایضاً ص، 28)

مولانا آزاد کا یہ پیغام موجودہ صحافت اور صحافیوں پر کسی تازیانے سے کم نہیں ہے جو منافع خوری کے مقاصد کو مقدم رکھتے ہیں اور قوم کو گمراہ کرتے ہیں۔ لسان الصدق کی اشاعت کے وقت مولانا کی عمر صرف 15 برس تھی مگر عمر کی ناپختگی اخبار کے معیار پر کسی طرح بھی اثر انداز نہیں ہو سکی۔ لسان الصدق میں شائع ہونے والے مواد میں متانت' وسنجیدگی کا عنصر غالب ہوتا تھا ساتھ ہی تحریر سے دلکشی اور جاذبیت بھی جھلکتی تھی۔ بقول مالک رام اس کی اشاعت کے ساتھ ہی صحافت کی دنیا میں دھوم مچ گئی۔ لسان الصدق کی مقبولیت پر ابوسلمان شاہ جہاں پوری لکھتے ہیں:

''ملک کے مشہور جرائد و اخبارات مثلاً 'وکیل' امرتسر، پیسہ اخبار'، 'مخزن' لاہور، افسانہ حیدر آباد دکن، 'معین الاخبار' مراد آباد، 'ریاض الاخبار گورکھپور، نے اس کے معیار علم وصحافت، مضامین کے تنوع، فکر کی نکتہ آفرینی، مباحث کی جدت طرازی، ترتیب و تہذیب کے حسن، اسلوب کی شگفتگی، انشا پردازی کی دلربائی، طرز ادا کی قدرت، قلم کی پختگی اور مقاصد کی اہمیت پر دادِ تحسین کے پھول برسائے۔'' (مجلہ آزاد، جدہ 2001)

مولانا آزاد نے لسان الصدق کے صفحات پر اردو صحافت کی نئی عمارت تعمیر کی، انھوں نے جہاں ایک طرف اصلاح معاشرہ کو اپنا نصب العین بناتے ہوئے مسلم معاشرے میں رائج بیجا رسومات اور توہمات پر کھل کر لکھا، وہیں دوسری طرف اردو کی ترقی کو ایک قومی تحریک بنانے کی بھی کوشش کی۔ اردو کی ترقی پر انھوں نے کئی شماروں میں خود تو لکھا ہی ساتھ ہی انھوں نے اس وقت کے اہم قلم کاروں سے بھی اس موضوع پر مضامین لکھوائے اور اپنے اخبار میں شائع کیا۔ مولانا آزاد کا ماننا تھا کہ کوئی بھی زبان اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتی ہے جب تک کہ اس زبان میں جدید معلوماتی اور تکنیکی علوم پر لکھی گئی کتابیں شائع نہیں کی جائیں۔ اردو ادب میں غیر معیاری کتابوں کی بڑھتی ہوئی تعداد سے وہ بہت فکر مند رہا کرتے تھے۔ ان کا ماننا تھا کہ اس طرح کی تصانیف سے اردو زبان کو نقصان ہو رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لسان الصدق کے اپریل اور مئی 1905 کے شمارے میں مصنفین کے اس رویے کی مذمت کی تھی کہ انھوں نے اپنا قلم قارئین کے مذاق کا تابع کر دیا ہے۔ جس کے نتیجے میں قاری روز بروز اسی مذاق کا خوگر ہوتا جا رہا ہے۔ انھوں نے اپنے مضمون میں ایک سرکاری رپورٹ کا حوالہ دیا تھا، جس کے مطابق 1901 میں اردو کی 457 کتابیں شائع ہوئی تھیں جن میں 231 کتابیں غیر معیاری نظموں، ناولوں، اور ادنیٰ درجے کے مضامین پر تھیں اور تقریباً ایک سو کتابیں معمولی درجے کی تھیں۔ صرف 16 کتابیں تاریخ،

ادب، سائنس اور صنعت وحرفت پر شائع ہوئی تھیں۔ انھوں نے انجمن ترقی اردو کے زیر اہتمام شائع کی جانے والی کتابوں کے معیار کو بلند کرنے کا مشورہ دیتے ہوئے کہا تھا کہ انجمن کو قارئین کے ذوق کو معیاری بنانا ہوگا تبھی انجمن اپنے مقصد میں کامیاب ہوسکے گی۔ لسان الصدق کی عمر تقریباً ڈیڑھ برس رہی۔ اپریل اور مئی 1905 کے مشترکہ شمارے کے ساتھ ہی لسان الصدق کو مولانا آزاد نے بند کردیا۔

لسان الصدق کے بند ہوجانے کے بعد جب ان کی ملاقات مولانا شبلی سے ہوئی۔ وہ ان کے ایک مضمون (خدنگ نظر سے وابستگی کے زمانے میں ایک مضمون جرمن ماہر طبیعات (1895) کی ایجاد ایکس ریز پر مئی اور جولائی 1903 کے شمارے میں لکھا تھا۔) کو دیکھ کر بہت متاثر ہوئے۔ اور انھیں اپنے رسالے ماہنامہ 'الندوہ' کے لیے ایسے ہی مضامین لکھنے کے لیے کہا اور ساتھ ہی انھیں الندوہ کی مجلس ادارت میں بحیثیت معاون مدیر شامل ہونے کی دعوت دی۔ جسے مولانا آزاد نے قبول کرلیا اور وہ 'الندوہ' سے وابستہ ہوگئے۔ 'الندوہ' کے ساتھ وابستگی کے دوران انھوں نے الندوہ کے لیے کئی بیش قیمتی مضامین لکھے جن میں 'مسلمانوں کا ذخیرہ علم اور یوروپ' (اکتوبر 1905) القضاتی الاسلام' (فروری 1906)، 'یوروپ میں گونگوں کی تعلیم' (مارچ 1906) خاص ہیں۔ اس کے علاوہ ایک مصری عالم فرید وجدی کی عربی تصنیف 'المراۃ المسلمہ' پر ایک مکمل تبصرہ بھی شامل ہے جو الندوہ کے تین شماروں نومبر دسمبر (1905) اور فروری 1906 میں قسط وار شائع ہوا۔ لیکن الندوہ سے بھی ان کے مراسم زیادہ دنوں تک قائم نہیں رہ سکے اور تقریباً چھ ماہ بعد انھوں نے 'الندوہ' سے کنارہ کشی اختیار کرلی۔

الندوہ سے کنارہ کشی کے بعد امرتسر سے شائع ہونے والے سہ روزہ اخبار 'وکیل' کے مالک اور ایڈیٹر شیخ غلام محمد نے انھیں امرتسر آنے اور وکیل کی ادارت سنبھالنے کی دعوت دی۔ جسے مولانا نے قبول کرلیا اور امرتسر چلے گئے۔ مولانا نے سہ روزہ وکیل میں کئی خوشگوار تبدیلیاں کیں۔ یہی وجہ تھی کہ ان کے زمانہ ادارت میں 'وکیل' نے دن دونی رات چوگنی کے مثل ترقی اور شہرت حاصل کی۔ مولانا کی صحافتی تربیت تو 'خدنگ نظر'، 'لسان الصدق' اور مولانا شبلی نعمانی کے 'الندوہ' میں ہوچکی تھی لیکن وکیل کی ادارت نے مولانا کی صحافتی صلاحیت کو پوری طرح سے نکھار دیا۔ مولانا نے بھی وکیل میں اپنی صحافت کے پورے جوہر دکھائے۔ ابو سلمان شاہ جہاں پوری 'وکیل' کی مقبولیت اور شہرت کا سہرا مولانا کی ادارت کے سر باندھتے ہوئے اپنے خیال کا اظہار یوں کرتے نظر آتے ہیں:

''مولانا لکھنو سے نکلے اور ممبئی اور لاہور ہوتے ہوئے امرتسر جا پہنچے۔ الندوہ کو چھوڑا تھا اور 'وکیل کی زمام ادارت ہاتھ میں لی تھی، الندوہ صرف ایک علمی رسالہ تھا وکیل ایک مکمل اخبار تھا۔ الندوہ کی فضا محدود تھی، وکیل میں مضامین وموضوعات کی کوئی حد قائم نہ تھی۔ وکیل میں مولانا کو ہر قسم کی مضمون نگاری کا موقع ملا اور ہر موضوع پر طبع

آزمائی کی۔ وکیل کی اشاعت باقاعدہ ہوگئی، صفحات محدود تھے اضافہ کیا گیا۔ مولانا کی محنت رنگ لائی۔ اس کی شہرت ملک کے کونے کونے میں جا پہنچی۔ مقبولیت آسمان سے باتیں کرنے لگی اور اشاعت سیکڑوں سے ہزاروں میں بدل گئی۔ وکیل میں رہ کر مولانا کا ذہن پوری طرح کھل چکا تھا۔ قلم رواں ہو چکا تھا اور وقت کے مسائل میں مولانا کے شعور نے پختگی حاصل کرلی تھی۔ وکیل مولانا کے صحافتی تربیتی دور کا آخری صحیفہ تھا۔ تاریخ صحافت میں وکیل کو جو نمایاں مقام حاصل ہے اس کی تعمیر میں مولانا کا حصہ قابلِ قدر ہے۔ 'وکیل نے ملک وقوم کی' جو ہمہ جہت اور زندگی کے مختلف گوشوں میں خدمت انجام دی ہے، اس کی تحسین میں مولانا آزاد بھی شریک ہیں۔ (مجلّہ آزاد جدہ 2001)

امرتسر میں 'وکیل' کے ساتھ مولانا کا قیام دو ادوار میں ہے پہلا دور اپریل سے نومبر 1906 تک آٹھ مہینے کا ہے۔ جس کے بعد ان کے بڑے بھائی ابو نصر لیٹین کے سانحہ ارتحال کی وجہ سے انھیں واپس کلکتہ آنا پڑا۔ بڑے بھائی کے انتقال کے بعد ان کے والد کی خواہش تھی کہ مولانا آزاد ان کے ساتھ کلکتہ میں ہی رہیں اور ان کی مجلس بیعت وارشاد کے کام کو سنبھالیں۔ لیکن مولانا کی آزاد طبیعت کسی بھی طرح سے اس پر آمادہ نہیں ہوئی۔ کیوں کہ وہ کسی بھی طرح صحافتی زندگی سے الگ نہیں ہونا چاہتے تھے۔ اس مسئلے کے حل کے لیے ان کے والد اور دوست احباب نے کوشش کی کہ وہ کلکتہ میں ہی اپنی صحافت کو جاری رکھیں اور کسی بھی طرح سے کلکتہ کے باہر نہ جائیں۔

''کلکتہ پہنچنے پر ان کے والد نے ان کو اپنا جانشین مقرر کیا اور طے کیا کہ وہ کلکتہ میں ہی قیام کریں گے۔ ان کے احباب اور ملنے والوں نے بھی زور دیا کہ اب وہ کلکتہ نہیں چھوڑیں...... مولانا آزاد کی صحافتی زندگی کو جاری رکھنے کے لیے یہ بھی کوشش کی گئی کہ کلکتہ کا ہفت روزہ دارالسلطنت جو بند ہوگیا تھا دوبارہ جاری ہوجائے اور مولانا اس کی ادارت میں شامل ہوجائیں۔ (ابوالکلام آزاد، عبدالقوی دسنوی، ساہتیہ اکاڈمی، ص 37)

اس سلسلے میں ہفت روزہ 'دارالسلطنت' کے مالک مولوی عبداللطیف سے ان کی ملاقات بھی کرائی گئی۔ معاملہ طے ہوجانے کے بعد مولانا آزاد نے اس کی ایڈیٹری قبول کی۔ اس طرح وسط جنوری 1907 سے ہفت روزہ 'دارالسلطنت' از سر نو جاری ہوگیا۔ مولانا نے اپنے دوست احباب اور معتبر قلم کاروں سے اس کے لیے مضامین لکھنے کی فرمائش کی۔ جس کی وجہ سے 'دارالسلطنت' کا معیار کافی بہتر ہوگیا۔ چند ماہ کامیابی سے جاری رہنے کے بعد مولانا آزاد اور ہفت روزہ 'دارالسلطنت' کے مالک کے درمیان بعض باتوں میں اختلاف ہوجانے کے سبب 15 مئی 1907 کو وہ اس سے الگ ہوگئے۔ جیسے ہی 'وکیل کے مالک کو ان کے ہفت روزہ 'دارالسلطنت' سے علحدگی کی خبر ملی انھوں نے مولانا کو

دوبارہ وکیل سے جوڑنے کی کوشش شروع کردی اور جلد ہی اس میں کامیاب بھی ہوگئے۔ اگست 1907 میں مولانا نے دوبارہ امرتسر کا سفر کیا۔ اور ایک بار پھر سے وہ سہ روزہ وکیل سے منسلک ہوگئے۔ لیکن اس مرتبہ انھیں امرتسر کی آب و ہوا راس نہ آئی اور ان کی صحت وقفہ وقفہ سے خراب ہونے لگی، جس کی وجہ سے وہ بہ مشکل ایک سال وکیل کے ساتھ نباہ کرسکے اور جولائی 1908 میں واپس کلکتہ آگئے۔

وکیل سے علیحدگی کے بعد انھوں نے ملک کے سیاسی حالات کا گہرائی سے مطالعہ کیا۔ انگریز 1905 میں بنگال کا بٹوارہ مذہبی بنیاد پر کرچکے تھے اور ہندو مسلمان کے درمیان فرقہ وارانہ نفرت بڑھ رہی تھی۔ انگریز حکومت اپنی سوچی سمجھی سازش کے پیش نظر مسلمانوں کو مراعات دے رہی تھی اور ہندوؤں کو دبا رہی تھی 1906 میں مسلم لیگ کا قیام انگریزوں کی دوقومی نظریہ ساز پالیسی کا ہی نتیجہ تھا۔ اس کی وجہ سے ملک کی اکثریت مسلمان کو انگریز نواز اور انگریز دوست سمجھ رہی تھی۔ مسلمانوں کی اکثریت کانگریس کو ہندو کی جماعت سمجھ کر اس کے قریب جانے اور اس میں شامل ہونے سے پرہیز کرتی تھی۔ ان ہی دنوں ان کی ملاقات ملک کے ایسے انقلابیوں سے ہوئی جو سیاست میں تشدد کے حامی تھے، جس کے سبب ان پر انقلابی جذبہ غالب ہوگیا اور وہ سیاست میں قدم رکھنے کا منصوبہ بنانے لگے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب خلافت عثمانیہ کو' یورپ کا مرد بیمار' کہا جاتا تھا اور سامراجی طاقتیں اس کی کمزوری کا فائدہ اٹھا کر اس کے حصے بخرے کرنے کا منصوبہ بنا رہی تھیں۔ مشرق وسطیٰ اس وقت خلافت عثمانیہ کے زیر اثر تھا اور وہاں سیاسی کشمکش اور سازشیں اپنے عروج پر تھیں۔ مولانا نے ان ہی دنوں عراق شام، مصر، ترکی اور فرانس کا دورہ کیا اور وہاں کے سیاسی حالات کا بڑی باریکی سے مطالعہ کیا۔ اس سفر میں ان کی ملاقات ایسے قائدین اور سیاسی رہنماؤں سے ہوئی جو ترکی کے انقلابی رہنما مصطفیٰ کمال پاشا کے بہت قریب تھے ان لوگوں کے خیالات کا مولانا آزاد پر بہت گہرا اثر ہوا اور آگے سیاست میں قدم رکھنے کا سبب بھی بنا۔ مصر میں ان کی ملاقات جامعہ ازہر کے ممتاز علما سے بھی ہوئی۔ سفر سے واپسی کے بعد تین برس 1909 سے 1912 تک ہندوستان کے سماجی اور سیاسی حالات کا بہت ہی گہرائی سے مطالعہ کرتے رہے اور آئندہ کی سرگرمی کا خاکہ بناتے رہے۔ مولانا آزاد نے محسوس کیا کہ ملک سے انگریزوں کو دربدر کیے بغیر ملک وقوم کی ترقی نہیں ہوسکتی۔ اس کے لیے انھوں نے صحافت کو بطور ہتھیار استعمال کرکے مسلمانوں کے اندر انگریزوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے اور ان سے ملک بدر کرنے کا جذبہ پیدا کرنے کا فیصلہ کیا۔ ان دنوں جامعہ ازہر سے علامہ رشید رضا مصری کی ادارت میں عربی رسالہ 'المنار' شائع ہوتا تھا، جس کی انقلابی تحریریں، ظاہری حسن طباعت اور ٹائپ رائٹر کی چھپائی سے مولانا بے حد متاثر تھے اور اسی طرز پر ہندوستان میں ایک اخبار شائع کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس طرح 13 جولائی 1912 کو دنیائے صحافت کے افق پر ہفت روزہ 'الہلال' طلوع ہوا۔ جس کی نورانی کرنوں

سے برطانوی سامراج کی فرقہ وارانہ ظلمت چھٹنے لگی اور ہندوستان کا کونہ کونہ حب الوطنی کی شمع سے جگمگا اٹھا۔ ہندو مسلمان کے درمیان جو فرقہ وارانہ دیوار برٹش حکومت نے کھڑی کی تھی اسے گرانے اور ہندو مسلم اتحاد قائم کرنے کے لیے انھوں نے اپنا زور قلم اور تیز کردیا۔ الہلال کی تحریر مولانا کے خون جگر میں ڈوبے ہوئے قلم کی عکاسی کرتی ہے۔ جس کا اظہار نومبر 1921 کے اجلاس جمعیۃ العلما ہند میں اپنے صدارتی خطبہ میں انھوں نے خود بھی کیا ہے۔

''عالم اسلام کے ماضی قریب میں اصلاح دینی اور انتباہ و انبعاث علمائے ملت و احیاء وتجدید امت کی جو دعوت ان تمام پچھلی دعوتوں کے طریقوں اور اسلوبوں سے بالکل مختلف اسلوب پر بلند ہوئی ہے، وہ دعوت الہلال ہے...... میں نے الہلال مرحوم کو کبھی اپنے چشم خونین کے آنسوؤں سے رنگا ہے اور کبھی اس کے سواد حروف کے اوپر اپنے دل وجگر کے ٹکڑے بچھا دیے ہیں۔'' (خطبات آزاد، ص 104)

الہلال کی صحافت دراصل تجدید احیائے ملت، اتحاد ملت اور متحدہ قومیت کی تحریک تھی۔ انھوں نے مسلمانوں کو نہ صرف تحریک آزادی میں شریک ہونے کی دعوت دی بلکہ ان کے لیے اس کو مذہبی فریضہ بھی قرار دیا۔

''غفلت اور سرشاری کی بہت سی راتیں بسر ہوچکیں اب خدا کے لیے مدہوشی سے سر اٹھا کر دیکھیے کہ آفتاب کہاں سے کہاں نکل آیا آپ کے ہم سفر کہاں تک پہنچ گئے ہیں اور آپ کہاں پڑے ہیں۔ یہ مت بھولیے کہ آپ اور کوئی نہیں قوم مسلم ہیں اور اسلام کی آواز آپ سے مطالبات رکھتی ہے۔ یاد رکھیے کہ ملک کی آزادی کے لیے جدوجہد کرنا ہندوؤں کے لیے داخل حب الوطنی مگر آپ کے لیے فرض دینی اور داخل جہاد فی سبیل اللہ ہے۔'' (مولانا ابوالکلام آزاد۔ فکر وعمل کے چند زاویے، ص 89)۔

ہفت روزہ الہلال نے ہندوستان کی صحافتی تکنک میں جو جدت اور ندرت پیدا کی اس جانب اشارہ کرتے ہوئے عبدالقوی دسنوی لکھتے ہیں کہ 'الہلال لیتھو پریس کے بجائے ٹائپ میں نکلنے میں کامیاب ہوئے تو ان کے قدردانوں کی حیرت میں مزید اضافہ ہوا۔ شکل وصورت، ترتیب وتزئین رنگ وآہنگ کے اعتبار سے یہ ہفتہ وار اس وقت کے تمام اردو جریدوں میں بالکل مختلف اس وجہ سے بھی تھا کہ مولانا آزاد نے اسے جرجی زیدان کے 'الہلال' رشید رضا مصری کے 'المنار' اور جمال الدین افغانی اور محمد عبدہ کے 'العروۃ' کو سامنے رکھ کر نکالا تھا۔ مولانا عبدالماجد دریابادی نے الہلال کے ذریعے اردو صحافت کے بدلتے قالب کو کچھ اس طرح محسوس کیا:

''اس نے اردو صحافت کی جیسے دنیا ہی بدل دی۔ صورت وسیرت، مغز وقالب سب میں اپنے پیش رو معاصر ہفتہ واروں سے بالکل مختلف اور کہیں زیادہ شاندار و

جاندار چھپائی، کاغذ، تصویریں، سب کا معیار اعلیٰ، رنگین سرورق پر ایڈیٹر کا نام یوں درج ہوتا ہے اور ایڈیٹر کہاں اس کی جگہ 'مدیر مسئول' محرر خصوصی اور رئیس القلم تحریر، جریدہ کی جگہ مجلّہ، ولایتی ڈاک کی جگہ 'برید فرنگ' حیرت انگیز کی جگہ 'محیر العقول' قسم کے خدا جانے کتنے نئے نئے اور بھاری بھرکم لغات اور نئی ترکیبیں، نئے استعارے، اور نئے اسلوب و بیان ہر ہفتہ اسی ادبی و علمی ٹکسال سے ڈھل ڈھل کر باہر نکلنے لگے۔ اور جاذبیت کا یہ عالم تھا کہ نکلتے ہی سکہ رائج الوقت بن گئے۔ حالی وشبلی کی سلاست وسادگی سر پیٹتی رہی اور اکبر الہ آبادی اور بابائے اردو مولوی عبدالحق سب ہائے ہائے کرتے رہ گئے۔ (صدق جدید، مارچ 1958، مجلّہ آزاد، جدّہ 2001)

الہلال کا ظاہری حسن وتزئین وزیبائش اپنی جگہ لیکن اس کے صفحات پر جو تحریریں نقش ہوئیں اس نے مسلم معاشرے اور ہم وطنوں کو تو بیدار کیا ہی ارباب حکومت کی بھی نیند اڑا کر رکھ دی۔ ماہر آزاد مالک رام اس کی تحریر کے اثرات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''ظاہری حسن اور طباعتی خوبیوں سے قطع نظر الہلال کا اصلی کارنامہ اس کے مدیر شہیر کے طرز تحریر کی بدولت تھی۔ کاہے کو کبھی کسی رسالے کے ایڈیٹر نے اپنے ہم وطنوں کو ارباب حکومت کو، اکابر قوم کو، علمائے دین کو یوں للکارا ہوگا۔ مولانا آزاد نے کسی کو نہیں بخشا۔ اور کوئی بھی ان کی نگاہِ احتساب سے باہر نہیں رہا۔

....اس وقت ہماری قومی تحریک اس مرحلے پر تھی کہ دوسروں کا کیا ذکر کانگریس کے سالانہ اجلاس میں بھی سب سے پہلی قرارداد حضور قیصر ہند ملک معظم سے ملک وقوم کی وفاداری منظور کی جاتی تھی۔ مہاتما گاندھی ہنوز جنوبی افریقہ سے ہندوستان نہیں پہنچے تھے اور پوری سیاسی تحریک بہت ہی نرم رو اور نرم گفتار تھی۔ حکومت پر اور اس کے اعمال و اقوال پر کڑی نکتہ چینی کی ابتدا الہلال سے ہوئی۔ (کچھ ابوالکلام کے بارے میں، ص 61)

برٹش حکومت اب تک الہلال کے خلاف سخت اقدامات کرنے سے گریز کر رہی تھی کہ یہ ایک نیم مذہبی جریدہ ہے، لیکن وہ موقع کی تلاش میں تھی اور اسے یہ موقع جلد ہی مل گیا۔ 12 اور 17 اکتوبر 1914 کو دو شمارے مشترک شائع ہوئے تھے اس میں دو مضمون پہلی جنگ عظیم میں، برطانوی حکومت اور اس کے اتحادیوں کے خلاف اور جرمنی اور اس کے اتحادیوں کے حق میں، نیز ایک تصویر بھی شائع ہوئی تھی جس میں برطانوی اتحاد کے بلجیم کے فوجیوں کی لاشوں کو دکھایا گیا تھا اور اس کے نیچے لکھا تھا' اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود ہی اپنے آپ پر ظلم کر رہے ہیں۔ اس اشاعت پر حکومت کے ترجمان 'پائینر' (الہ آباد سے شائع ہونے والا ایک انگریزی روزنامہ) نے الہلال کے خلاف ایک سخت

مضمون لکھا جس کا عنوان تھا "Pro-Germanism in Calcutta" اس مضمون میں پائینر نے الہلال کے خلاف سخت چغلی کھائی اور حکومت کے کان بھرے اور کہا کہ یہ اخبار (الہلال) جرمنی اتحاد کا ترجمان بنا ہوا ہے۔ حکومت پہلے سے ہی موقع کی تلاش میں تھی اس موقع کو اس نے غنیمت جانتے ہوئے الہلال کے ایڈیٹر سے دو ہزار روپے کی ضمانت طلب کی جسے مولانا نے فوری ادا کر دیا۔ لیکن حکومت کی نیت کچھ اور ہی تھی اس لیے اس نے پھر دس ہزار روپے کی ضمانت مانگی جو اس وقت الہلال کے ایڈیٹر کی مالی استطاعت سے بہت زیادہ تھی۔ اس موقع پر الہلال کے کئی قاریوں نے مولانا کو خط لکھ کر مالی امداد دینے کی پیش کش کی۔ لیکن مولانا کی غیرت نے اسے گوارہ نہیں کیا اور 18 نومبر 1914 کو الہلال کا آخری شمارہ شائع ہونے کے ساتھ بند ہو گیا۔ تقریباً ایک سال کی خاموشی کے بعد 12 نومبر 1915 کو مولانا آزاد نے 'البلاغ' کے نام سے نیا اخبار شائع کیا۔ اس کا صرف نام جدا تھا باقی مقاصد، طرز تحریر، طرز اسلوب، مضامین سب 'الہلال' والے ہی تھے۔ اس دوران مولانا آزاد سیاست میں بہت زیادہ فعال ہو گئے تھے یہی وجہ ہے کہ 'البلاغ' نے بہت کم عمر پائی۔ مولانا کی سیاسی سرگرمی سے بنگال حکومت کافی پریشان اور خوف زدہ تھی۔ یہی وجہ تھی کہ 'البلاغ' کی اشاعت کے پانچ ماہ بعد مارچ 1916 میں حکومت نے ڈیفنس آف انڈیا آرڈیننس کے تحت مولانا آزاد کے صوبہ بنگال سے اخراج کا حکم صادر کر دیا جس کے سبب 'البلاغ' کو بند کرنا پڑا۔ مولانا نے اس کے بعد تقریباً چار برس تک رانچی میں نظر بندی کی زندگی گزاری۔

چار برس (1916-20) کی رانچی کی نظر بندی نے انھیں ملک کے تمام حلقوں میں منظور نظر بنا دیا تھا۔ جنوری 1920 کو جب وہ رانچی سے رہا ہوئے تو ہر کوئی ان کے استقبال کے لیے چشم براہ تھا۔ لوگوں کی عقیدتمندی انتہا پر تھی۔ یہ زمانہ ہندوستان میں سیاسی انقلابوں اور تحریکوں کے عروج کا زمانہ تھا۔ مہاتما گاندھی اور علی برادران کی کوشش سے کانگریس اور خلافت تحریک کے اتحاد نے ملک میں سیاسی انقلاب کے شعلے بھڑکا رکھے تھے جس سے حکومت کے حوصلے جھلس رہے تھے۔ انقلابی سیاست کی اس آگ کو مولانا نے اور بھی بھڑکا دیا۔ لیکن ان کے ذہن میں یہ بات تھی کہ جب تک ایک اچھا اخبار پاس میں نہ ہو عوام کو تحریک سے باندھے رکھنا اور ان تک اپنا پیغام تسلسل کے ساتھ پہنچاتے رہنا مشکل ہے۔ اس تقاضے کے پیش نظر 23 ستمبر 1921 کو کلکتہ سے ایک ہفت روزہ اخبار 'پیغام' جاری کیا۔ اس اخبار کی نگرانی مولانا کے ہاتھ میں تھی لیکن ترتیب اور ادارت کی ذمے داری اپنے عزیز و رفیق مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی کے سپرد کر رکھی تھی۔ اس اخبار میں مولانا نے ملک کے سیاسی حالات اور سیاسی تحریکوں پر کئی معتبر مضامین سپرد قرطاس کیے لیکن ان کی سیاسی سرگرمی نے انھیں زیادہ لکھنے کا موقع نہیں دیا۔ ہفت روزہ پیغام کے متعلق عبدالقوی دسنوی لکھتے ہیں:

''اگر چہ یہ اخبار ہفتہ وار تھا لیکن اس کے ذریعے قارئین کو بعض اہم سیاسی خبروں

سے آگاہ کرتے اور مولانا آزاد کے سفر وحضر سے باخبر رکھنے کی کوشش کی جاتی تھی۔ بلا شبہ مجموعی حیثیت سے 'پیغام' بھرپور سیاسی اخبار تھا جس میں مولانا آزاد اپنے سیاسی خیالات واعمال کے ساتھ پوری طرح جلوہ افروز تھے۔اس ہفتہ وار کی ایک خوبی یہ تھی کہ اس میں عام طور سے 'الہلال' کے مقابلے میں زبان نہایت سادہ اور عام فہم استعمال کی جاتی تھی جس سے اس وقت حصول مقصد میں یقیناً مدد ملتی ہوگی۔''

(ابوالکلام آزاد، ساہتیہ اکاڈمی، ص،150)

اسی زمانے میں 7 نومبر 1921 کو برطانیہ کے شہزادہ ویلز کی ہندوستان آمد طے ہوئی جس کا ملک گیر پیمانے پر سیاسی تحریکوں نے بائیکاٹ کا فیصلہ کیا۔اس موقع پر ہفت روزہ 'پیغام' نے بھی اپنی اوقات بھر کوشش سے شہزادہ ویلز کی ہندوستان آمد کے خلاف احتجاجی مضامین شائع کیے۔ برطانوی حکومت 'پیغام' کے مدیر کی اس جرأت اور 'گستاخی' کو معاف نہیں کرسکی اور پہلے اس کے مدیر مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی اور پھر چیف ایڈیٹر مولانا آزاد کو گرفتار کرکے مقدمہ چلایا۔اس مقدمہ میں مولانا کو ایک سال قید با مشقت کی سزا سنائی گئی۔مقدمے کی آخری پیشی کے دن (9فروری 1922)انھوں نے عدالت میں جج کے سامنے اپنا وہ مشہور بیان قلم بند کرایا جسے دنیا 'قول فیصل' کے نام سے جانتی ہے۔

جیل سے رہائی کے بعد مولانا پوری طرح سے کانگریس اور قومی سیاست میں مصروف ہوگئے جس کی وجہ سے وہ صحافتی زندگی سے دور ہونے لگے۔لیکن اب بھی اپنا ایک اخبار شائع کرتے رہنے کی خواہش ماند نہیں پڑی تھی۔ چنانچہ ایک بار پھر سے 'الہلال' کو جاری کرنے کا فیصلہ کیا اور اس طرح 10 جون 1927 کو الہلال ثانی منصۂ شہود پر آیا۔اس میں شائع ہونے والی تحریر کی ترتیب اور ادارت مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی کے ہی ذمے تھی کیوں کہ مولانا سیاست میں بہت زیادہ مصروف تھے۔اس لیے وہ اس کی ادارت اپنے ہاتھ میں نہیں لینا چاہ رہے تھے،لیکن اس کے نگران اور مالک وہی تھے۔قارئین ان کی تحریر کے دیوانے تھے اور ان کو ان کی تحریر کا بڑی بے صبری سے انتظار رہتا تھا۔جبکہ سیاست میں بہت زیادہ مصروف ہونے کے سبب مولانا آزد 'الہلال' ثانی کے لیے بہت کم لکھ پا رہے تھے۔یہی وجہ تھی کہ 'الہلال' ثانی بے ترتیبی سے نکل رہا تھا چھ ماہ میں الہلال کے 20 شمارے ہی شائع ہو سکے۔ بالآخر 9 دسمبر 1927 کو 'الہلال' ثانی اپنے آخری شمارے کے ساتھ بند ہوگیا اور مولانا آزاد کی صحافتی زندگی سیاسی زندگی میں تبدیل ہوگئی۔مولانا کے صحافتی سفر کے اختتام کو ماہر آزاد مالک رام نے اردو ادب کا عظیم نقصان گردانا ہے۔

''اسے دیکھ کر ایک بار پھر افسوس ہوتا ہے کہ علم وادب نے ان کی سیاست کی بارگاہ میں کتنی بڑی قربانی دی ہے۔اگر تمام مشغولیتوں سے قطع نظر کرکے وہ اپنے کو علم وادب

218

ہی کے لیے وقف رکھتے تو نہ معلوم آج اردو کے خزانے میں کیسے کیسے قیمتی جواہر کا اضافہ ہوگیا ہوتا۔(کچھ ابوالکلام کے بارے میں،ص،68)

مولانا آزاد کی صحافت کو ان کے معاصرین اور متاخرین ممتاز صحافیوں اور اہل قلم نے بھرپور خراج عقیدت پیش کیا ہے۔شورش کاشمیری(مدیر چٹان، پاکستان) نے کہا کہ مولانا آزاد نے اپنی صحافتی زندگی میں کبھی ایسا جملہ یا فقرہ استعمال نہیں کیا جو ذاتیات سے آلودہ ہو۔ان کا دامن تمام عمر ایسی آلائشوں سے پاک رہا۔نیاز فتح پوری (ایڈیٹر نگار) نے کہا کہ 'مولانا آزاد نے الہلال جاری کیا اور اس شان کے ساتھ کہ صحافت کا تمام اگلا پچھلا تصور ہمارے ذہن سے محو ہوگیا اور ہم سوچنے لگے کہ کیا یہ آواز ہماری ہی دنیا کے کسی انسان کی ہے۔'عبدالقوی دسنوی کہتے ہیں کہ ''مولانا آزاد کی صحافتی زندگی اور خاص طور سے الہلال کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ صحافت کے لیے ہی پیدا ہوئے تھے لیکن سیاست نے ان سے صحافتی زندگی چھین لی۔''

کتابیات:

تاریخ صحافت، محمد افتخار کھوکھر، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی
کچھ ابوالکلام کے بارے میں، مالک رام، ساہتیہ اکادمی، نئی دہلی
ابوالکلام آزاد، عبدالقوی دسنوی، ساہتیہ اکادمی، نئی دہلی
خطبات آزاد، مرتب مالک رام، ساہتیہ اکادمی، نئی دہلی
مولانا ابوالکلام آزاد، شخصیت، سیاست، پیغام، نئی دہلی
مجلّہ آزاد، جدہ 2001،
اردو صحافت کا سفر، جی۔ڈی۔ چندن

❖

Dr. Mohd. Fariyad
Asst. Prof. Mass Communication & Journalism
Maulana Azad National Urdu University
Hyderabad-500032
Mob:-09966058101

219

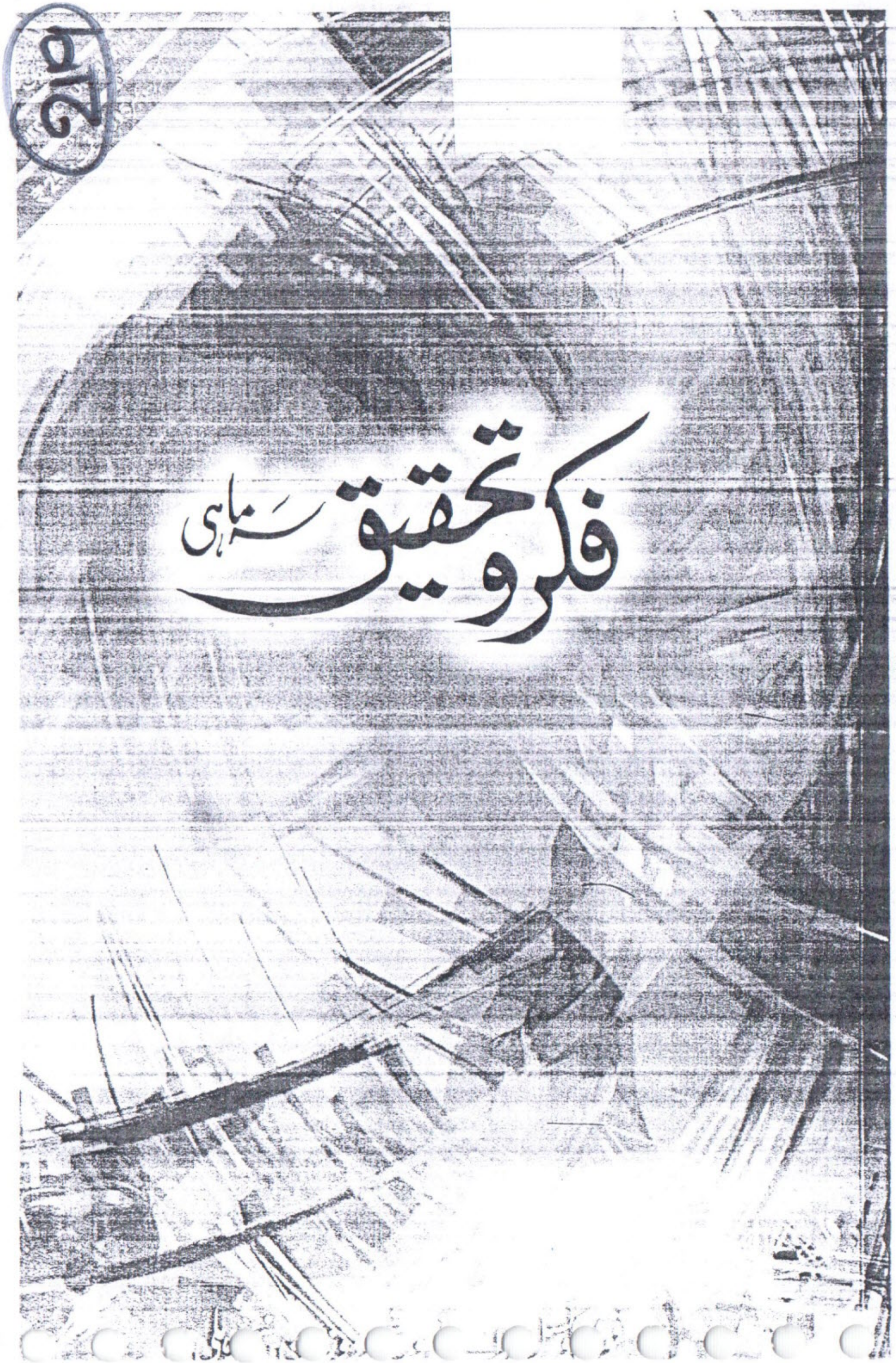

Quarterly FIKR-O-TAHQEEQ New Delhi Oct, Nov, Dec,-2015
سہ ماہی فکر و تحقیق نئی دہلی

Registered with the [illegible] ISSN No. [illegible]

Quarterly FIKR-O-TAHQEEQ New Delhi
National Council for Promotion of Urdu Language
Department of Higher Education, Ministry of Human Resource Development
Government of India, FROGH-E-URDU BHAWAN, FC-33/9, Jasola, New Delhi-110025
Phone: 011-49539000, Fax: 011-49539099

Vol-XVIII Issue-4 Oct. Nov. Dec. -2015

قومی اردو کونسل کی فخریہ پیش کش

اردو دنیا

تمام تر رنگین صفحات اور دیدہ زیب تصاویر سے مزین ماہانہ عالمی جریدہ جسے آپ پوری دنیا میں اردو زبان کے کسی بھی ماہنامے سے بہتر پائیں گے۔ اردو کو آج کی دنیا سے جوڑنے والا اور عام اردو قاری و ادبی حلقوں کی دلچسپی کے ساتھ طلبا و اساتذہ کی ضرورتوں کا بھی خیال رکھنے والا اردو کا ماہنامہ

ہر شمارے میں پڑھیے۔ اردو کے ادبی شاہکاروں کے علاوہ، علمی مضامین، ادبی انٹرویو، تاریخ، سائنس، صحافت، نئی کتابوں پر تبصرے، قومی اردو کونسل کی سرگرمیوں، سیمیناروں اور فروغ اردو سے متعلق نئی کاوشوں کا احوال اور بہت کچھ!

فی شمارہ: 15 روپے، سالانہ: 150 روپے

قومی اردو کونسل کی فخریہ پیش کش

بچوں کی دنیا

بچوں کے لیے دنیا کا سب سے خوب صورت اردو رسالہ تفریح اور معلومات کا حسین سنگم

• کہانیاں • نظمیں • مضامین • کارٹون • کامکس • قسط وار ناول • اردو فیس بک • سوال جواب • دماغی ورزش • ننھے فنکار جیسے مستقل کالم

ہر صفحہ دل فریب تصویروں کا مرقع

فی شمارہ: 10 روپے، سالانہ: 100 روپے

سوچھ بھارت — ایک قدم صفائی کی جانب

سالانہ خریداری اور ایجنسی کے لیے رابطہ فرمائیں

شعبۂ فروخت: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ویسٹ بلاک 8، ونگ 7، آر کے پورم، نئی دہلی-110066
فون: 011-26109746، فیکس: 011-26108159
E-mail: ncpulsaleunit@gmail.com, sales@ncpul.in
شاخ: 110-7-22 تھرڈ فلور، ساجد یار جنگ کمپلکس، بلاک نمبر 5-1 پتھرگٹی، حیدرآباد-500002 فون: 040-24415194

UGC Journal Details

Name of the Journal : sodh Khanij

ISSN Number : 23940654

e-ISSN Number :

Source: UNIV

Subject: Arts and Humanities(all)

Publisher: Swamitva, prakashak evam mudrak

Country of Publication: India

Broad Subject Category: Arts & Humanities

Print

221

प्रवेशांक जनवरी-मार्च,2015 ISSN : 2394-0654

शोध खनिज

त्रैमासिक शोध पत्रिका

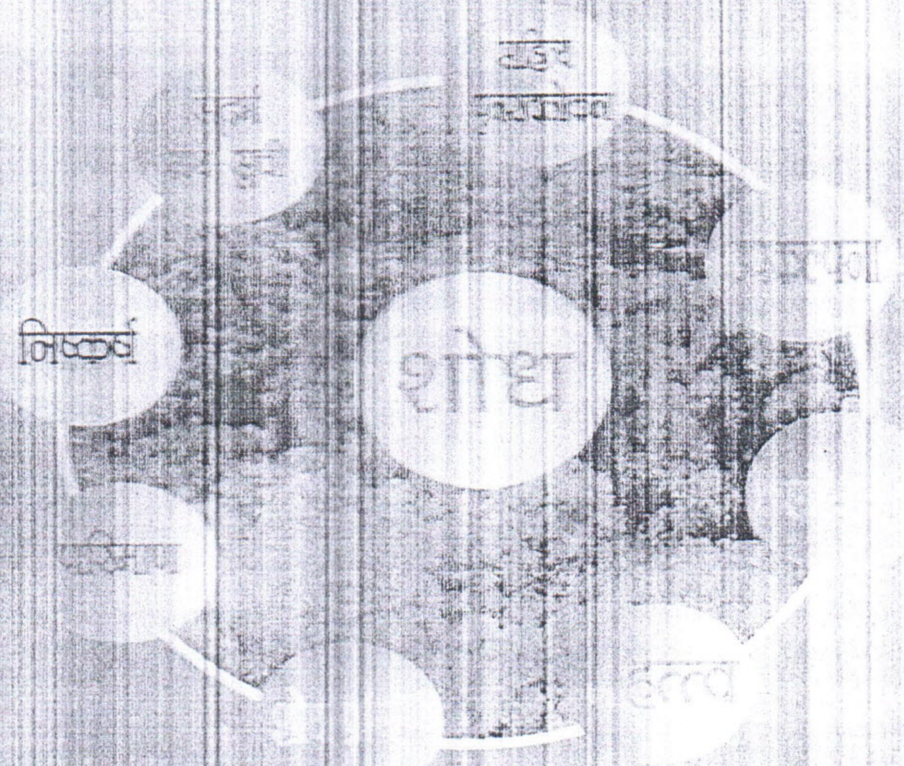

संपादक
[illegible] कुमार कुल्लू

शोध खनिज

त्रैमासिक शोध पत्रिका

प्रवेशांक, अप्रैल – जून 2015

संपादक

अमृत कुमार कुल्लू

सलाहकार

डॉ. गजेंद्र प्रताप सिंह, डॉ. तिलक विश्वास

उप – संपादक

श्वेता

प्रसार अधिकारी

रंजीत कुमार, योगेश पासवान

जन संपर्क अधिकारी

मो. अफ़सर अली राइनी, अभिषेक अमन

पृष्ठ – सज्जा

संजय चौधरी

संपादकीय संपर्क

डि. 6, बालाजी अपार्टमेंट, 41 फुटा रोड, मंदिर वाली गली, संत नगर, बुराड़ी, दिल्ली, 110084

मूल्य: 300 रूपये, वार्षिक 1[illegible] रूपये

संस्था और पुस्तकालय [illegible] रूपये

सभी पद अवैतनिक और अव्यावसायिक है। शोध खनिज में प्रकाशित लेखकों के विचार से संपादकीय सहमति अनिवार्य नहीं है। सभी कानूनी मामले दिल्ली न्यायालय के अधीन होंगे

इस अंक में

क्रम संख्या	शोध पत्र व लेखक	पृष्ठ संख्या
1	भारत में बदलते पारिवारिक मूल्य का टेलीविजन धारावाहिकों में प्रस्तुतीकरण डॉ. कृपा शंकर चौबे*, बलराम बिंद**	0[illegible]-05
2	महात्मा गाँधी और समाचार पत्र अनिल कुमार मिश्रा	06-08
3	[illegible] का बढ़ता दायरा और भारतीय [illegible] योगेश पासवान	09-11
4	जागरूकता एवं चेतना के संवाहक के रूप में [illegible] मीडिया की [illegible] प्रो. (डॉ.) अनिल कुमार राय *अंकित**, रामशंकर**	12-18
5	महिला पत्रकारों की समस्याओं का अध्ययन [illegible] इलेक्ट्रॉनिक मीडिया) सुनीता	19-23
6	[illegible] डॉ. गजेंद्र प्रताप सिंह	24-31
7	[illegible] शम्भु शरण गुप्त	3[illegible]-44
8	हिंदी सिनेमा में दलित चेतना और उसका प्रभाव *डॉ अख्तर आलम , अनुपमा कुमारी**	45-48
9	[illegible] डॉ. राहुल माथुर	49-53
10	भारत में संवाद एजेंसियों की स्थिति : एक अध्ययन डॉ. मोहम्मद फ़रियाद*, मु.अफ़सर अली राईनी**	54-56

शोध खनिज के अगले [illegible] अंक [illegible] पर केंद्रित होगा। लेखक अपने अप्रकाशित व मौलिक लेख 15 मार्च, 2015 तक [illegible] पर पत्रिका द्वारा निर्धारित प्रारूप का पालन करते हुए भेज सकते हैं।

स्वामित्व , प्रकाशक और मुद्रक, अमृत कुमार, एल-1, ए/19, [illegible], उत्तम नगर, दिल्ली, 1100[illegible]

शोध खनिज जनवरी- मार्च, 2015 ISSN 2394-0654

भारत में संवाद एजेंसियों की स्थिति एक अध्ययन

डॉ.मोहम्मद [illegible]
मु.अफ़सर अली [illegible]

[illegible] –

भारत में समाचार पत्रों की संख्या के आधार पर तीन भागों में [illegible] किया गया है। बड़े समाचार पत्र [illegible] और छोटे समाचार पत्र और इनके प्रसार के [illegible] से ही इनके विज्ञापन के [illegible] बड़े और मझोले [illegible] के समाचार पत्र तो [illegible] और बड़े शहरों के [illegible] पाते हैं मगर छोटे समाचार पत्रों को उनकी आर्थिक स्थिति इस बात की इजाज़त नहीं देती। ऐसी स्थिति में संवाद एजेंसियों की अहमियत और बढ़ जाती है। चूंकि हमारा देश विभिन्न संस्कृतियों ,धर्मों और भाषाओं का देश है इसलिए विभिन्न प्रकार की संवाद एजेंसियों की संस्थाएँ पहले से मज़बूत हुई हैं।

शब्द कुंजी-संवाद ,एजेंसी ,भाषाई ,[illegible]

प्रस्तावना-

भारत में समाचार पत्रों को संख्या के आधार पर तीन भागों में हिस्सों में विभाजित किया गया है। बड़े समाचार पत्र ,मझोले समाचार पत्र और छोटे समाचार पत्र और इनके [illegible] के [illegible] से ही इनके विज्ञापन के [illegible] होते हैं। बड़े और मझोले [illegible] के समाचार पत्र तो अपने संवाददाताओं को छोटे और बड़े शहरों में भेज पाते हैं मगर छोटे समाचार पत्रों की उनकी आर्थिक स्थिति इस बात की इजाज़त नहीं देती। ऐसी स्थिति में संवाद एजेंसियों की अहमियत और बढ़ जाती है। चूंकि हमारा देश विभिन्न संस्कृतियों ,धर्मों और भाषाओं का देश है इसलिए विभिन्न प्रकार के संवाद एजेंसियों की संस्थाएँ पहले से मज़बूत हुई हैं।

समाचार पत्रों की दुनिया बहुत अनोखी है और इस अनोखी दुनिया में संवाद एजेंसियों की भूमिका बहुत महत्वपूर्ण रहती है। [illegible] समाचारों के [illegible] में महत्वपूर्ण ज़िम्मेदारियाँ निभाते हैं। इतनी महत्वपूर्ण [illegible] होने के बावजूद लोग इस संवाद एजेंसियों के बारे में [illegible] हैं।

[illegible] स्तर पर संवाद एजेंसी प्रारंभ करने का श्रेय फ्रांसीसी निवासी चार्ल्स आवास को जाता है, उन्होंने सन् 1835 में न्यूज़ [illegible] के नाम से दुनिया की पहली समाचार एजेंसी की स्थापना की। [illegible] खबरों के वितरण की पूरी ज़िम्मेदारी [illegible] संचार के साधनों में तरक्की की [illegible] खबरों के आदान-प्रदान में [illegible] खबरों के आदान प्रदान में [illegible] इसी समय [illegible] जाने लगी हालांकि इसका दायरा सिर्फ़ कुछ से कुछ किलोमीटर तक [illegible] हुआ करता था। जर्मन निवासी [illegible] न्यूज़ एजेंसी का मुलाज़िम था। उसने [illegible] कारोबारी खबरों के संकलन एवं उनके वितरण के लिए एक दफ़्तर खोला। सन् 1858 में [illegible] संवाद एजेंसी में तब्दील हो गया।

[illegible] भारत में सर्वप्रथम [illegible] संवाद एजेंसी [illegible] शुरू की। [illegible]

[illegible]

[illegible]

शोध द्रविज [illegible]- मार्च, 2015 ISSN: 2394-[illegible]

[illegible] लिया। [illegible] की [illegible] जारी रही [illegible] इंडियन न्यूज़ एजेंसी [illegible] इस एजेंसी ने काफी कम कीमत पर ख़बरें [illegible] जिससे ये काफी [illegible] लेकिन [illegible] के कारण इस एजेंसी को [illegible] बंद करना पड़ा। इस संवाद [illegible] में काफी भाषाई पत्रों के संपादक भी जुड़े थे।

[illegible] संवाद [illegible] में [illegible] के बाद [illegible] किसी का सबसे महत्वपूर्ण [illegible] है तो वो हैं सदानंद। उस वक्त ऐसी स्थिति थी कि रायटर के सामने किसी भी संवाद एजेंसी का स्थापित होना बहुत मुश्किल था मगर सदानंद ने इस जोखिम को [illegible] और काफी हद तक [illegible]। सदानंद का फ्री प्रेस ऑफ इंडिया [illegible]927 में स्थापित हुआ। इस एजेंसी के साथ सदानंद के [illegible] चितरंजन दास, लाला [illegible], मोतीलाल नेहरू [illegible] आदि जुड़े थे। [illegible] एजेंसी ने राष्ट्रीय आंदोलन को [illegible] रूप से प्रस्तुत किया [illegible] हुआ कि [illegible] भाषाई पत्रों के संपादक भी इस एजेंसी से जुड़ गए। एजेंसी के राष्ट्रीय आंदोलन के प्रति [illegible] विचार के कारण ब्रिटिश शासन के [illegible] अंततः ये एजेंसी [illegible] में बंद हुई।

फ्री प्रेस के संस्थापक सदानंद [illegible] यूनाइटेड प्रेस ऑफ इंडिया [illegible] संवाद एजेंसी की स्थापना [illegible] कलकत्ता में [illegible] इसका [illegible] शुरू कर दिया था। [illegible] यूनाइटेड प्रेस ऑफ इंडिया [illegible] टेलीप्रिंटर रखने की इजाज़त नहीं थी। राष्ट्रपिता महात्मा गांधी की हत्या की ख़बर इसी संवाद एजेंसी के द्वारा पहुँचाई गई। आज़ादी के बाद इसको टेलीप्रिंटर की सुविधा तो मिली मगर ख़राब आर्थिक स्थिति के कारण इस एजेंसी को [illegible] में बंद करना पड़ा।

[illegible] संवाद एजेंसी में [illegible] एजेंसी का नाम [illegible]। इस एजेंसी ने उर्दू भाषा में [illegible] का काम [illegible]। इस एजेंसी के संस्थापक [illegible] और इसका [illegible] था मगर देश के [illegible] इस संवाद एजेंसी का अस्तित्व समाप्त हो गया।

[illegible] ऑफ इंडिया की [illegible] भारत ही नहीं बल्कि [illegible] एजेंसियों के [illegible]। इसका गठन भारत के [illegible] सरदार पटेल की [illegible] से आज़ादी मिलने के [illegible] दिन बाद [illegible] अगस्त 1947 को [illegible]। आर्थिक स्थिति [illegible] के कारण इस संस्था [illegible] ने अपने अपने [illegible] किया। इस संस्था ने [illegible] कम्प्यूटर का इस्तेमाल [illegible] शुरू कर दिया। [illegible] का मुख्यालय मुंबई में है।

प्रथम प्रेस आयोग का स्पष्ट मानना था कि [illegible] की आवश्यकता [illegible] संवाद एजेंसियों के बीच एक सकारात्मक प्रतिस्पर्धा हो क्योंकि यूनाइटेड न्यूज़ ऑफ इंडिया के गठन से पहले तक देश में

[illegible]

उपकल्पना :-

- [illegible]
- [illegible]
- [illegible]